ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ہاجرہ ریاض
پی ایچ ڈی اردو اسکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد
اسما افضل
پی ایچ ڈی اردو اسکالر، وفاقی اردو یونیورسٹی اسلام آباد

ثنویت کے تناظر میں ناول "اداس نسلیں" کا تجزیاتی مطالعہ

Hajra Riaz *
PhD Urdu Scholar, FUUAST, Islamabad
Isma Afzal
PhD Urdu Scholar, FUUAST, Islamabad

***Corresponding Author:**

Analytical study of Novel "Udaas Naslain" in the Context of Binaries

A novel is not only a mirror of life but also an interpreter of an era. Novels are an excellent source of history. Novel "Udaas Naslain" by Abdullah Hussain depicts the era of Indian's struggle of independence and the period of post-independence. Numerous changes took place in the subcontinent from 1857 to 1947. This period was the third period of European colonialism. In whichever region of the world the settlers established their foothold, they established themselves in those regions based on well-thought-out plans and policies. Abdullah Hussain in his novel "Udaas Naslain" describes the elements of political binary introduced by the settlers. The ideology of neo-colonialism was built on binaries and this narrative was not limited to just gaining power, but to strengthen themselves. Binaries were created on the basis of culture, language, religion, educational system, political system etc. Social classes, feeling of social inferiority is the outcome of colonialism. Novel "Udaas Naslain" has been analyzed on the basis of binary theory in neo-colonialism.

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Udaas Naslain, Dualism, Abdullah Hussain, Colonialism, Post Colonialism, European Colonialism, Subcontinent, Binaries.*

کہانی روز ازل سے ہی انسان کے ساتھ وابستہ ہے کہیں وہ خود کہانی کے طور پر سامنے آتا ہے تو کئی جگہوں پر اس کا کردار بیان کرنے والوں کی صف میں شمار ہوتا رہا ہے۔ قصہ وحکایت کی شکل میں کہانی انسانی زندگی میں اس کے وجود سے ہی موجود رہی ہے۔ اس قصے اور کہانی کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف انداز میں بیان کیا گیا۔ ناول ایک ایسا نثری قصہ ہے جو انسان کی مکمل کہانی کا احاطہ کرتا ہے۔ ناول سے پہلے اردو ادب میں داستان موجود تھی جو من گھڑت باتوں اور محیر العقول واقعات سے بھری پڑی تھی۔ اس کے برعکس ناول حقیقت پہ مبنی ان حالات و واقعات کا بیان ہے جو انسان کو زندگی میں درپیش آتے ہیں۔ ناول کا آغاز برصغیر میں انیسویں صدی سے ہوا جس کا مقصد اس وقت کے حالات کے تناظر میں اصلاحی تھا۔ لیکن زمانے کی برق رفتاری نے حالات اور تقاضوں کو یکسر دل دیا جس کے باعث دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ادب پر بھی اس کے اثرات پڑے اور ناول جو کہ اپنے ابتدائی مراحل میں تھا، بدلتے ہوئے تقاضوں کو اپنے اندر سمیٹتا رہا اور فنی خصوصیات کے ساتھ اظہار بھی ہوتا رہا۔

ناول نہ صرف زندگی کا آئینہ ہے بلکہ ایک عہد کا ترجمان بھی ہوتا ہے۔ ناول تاریخ جاننے کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔ ناول نگار چونکہ اپنے عہد کے لوگوں کے حالات و واقعات، تہذیب و ثقافت، مسائل، زبان و بیان اور مختلف ابھرتے رجحانات کو ناول میں سموتا ہے جو کہ بعد کے آنے والے لوگوں کے لیے جو کہ اس دور سے تعلق نہیں رکھتے واقفیت کراتا ہے۔ بہترین ناول قاری کو اس عہد میں لے جاتا ہے جہاں کی فضا میں وہ تخلیق کیا گیا ہو۔ ڈاکٹر منصور خوشتر اس بارے میں لکھتے ہیں۔

> "ناول اپنے زمانے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ تاریخ تو صرف واقعات بیان کرتی ہے، ناول میں صرف واقعہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں زمانے کی روح سمائی ہوتی ہے۔ ناول کے ذریعہ ہم زمانے کی روح کے اندر اتر جاتے ہیں۔"(۱)

گویا ناول اپنے عہد کا عکس ہے۔ ناول کے موضوعات میں وسعت ہے لیکن ناول نگار کو ناول تخلیق کرتے وقت کسی ایک موضوع کو چننا ہوتا ہے۔ یعنی بنیادی طور پر ایک موضوع ہوتا ہے جس کے ساتھ ضمناً کئی دوسرے موضوعات کا احاطہ بھی کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے عرصہ میں برصغیر میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں یہ دور یورپین استعماریت کا تیسرا دور تھا۔ یہ دور یوں بھی اہم ہے کہ استعمار کاروں نے اس کے بعد یہاں سے عملی طور پر تو چلے جانا تھا لیکن ذہنی و فکری طور پر مسلط ہونے کا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

انتظام مکمل کر لیا گیا تھا۔لہذا اس دور میں یا اس کے بعد لکھے جانے والا ادب جہاں کئی اور حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے وہیں استعمار زدوں کی حالت زار کو بھی بیان کرنے میں مقام رکھتا ہے۔

نو آبادیات سے مراد "نئی آبادی" بسانا ہے۔یعنی نئی آبادی کا قیام یا نئی آبادی بسانا۔ان الفاظ سے یہ معنی بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں کہ کسی ایسی جگہ پر انسانی آبادی قائم کرنا جہاں پہلے سے انسانی آبادی کا وجود نہ ہو۔اس کو مزید یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ پہلے سے آباد شدہ آبادی میں جا کر مزید اس کو وسعت عطا کرنا یا اضافہ کرنا۔مگر چونکہ اب 'نو آبادیات' کا لفظ باقاعدہ طور پر ایک اصطلاح کے طور پر رواج پا چکا ہے لہذا اس کے معنی اب محض لفظی حد تک نہیں رہے۔نو آبادیات کی اصطلاح سب سے پہلے رومیوں نے استعمال کی۔اس ضمن میں ایک بات واضح رہنی چاہیئے کہ لفظ 'نو آبادیات' اور 'نو آبادیاتی نظام' میں فرق موجود ہے۔ قدیم دور میں 'نو آبادیات' اپنے لفظی معنوں میں ہی استعمال ہوتا رہا جب کہ یورپین اقوام کی مختلف علاقوں میں اجارہ داری کے قائم ہوتے ہیں یہ لفظ نو آبادیاتی نظام کے معنوں میں رائج ہو گیا۔گو کہ اب اس لفظ سے مراد نظام ہی لیا جاتا ہے لیکن نظام دراصل ایک ایسا عمل ہے جس میں سیاسی، ثقافتی اور معاشی طور پر ایک ملک علم، ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت کی بنیاد پر دوسرے ملک کو ہر سطح پر مغلوب کرتا ہے اور اس کے ہر پہلو پر غالب آنے کے بعد اپنی من مانی کرتا ہے۔استعمار کار اس طرح سے اور اس طرح کا نظام ترتیب دیتا ہے جس سے کلی طور پر غالب ملک یا قوم کو ہی فائدہ پہنچے۔آکسفورد انگلش ڈکشنری کے مطابق

> "A settlement in a new country…a body of people Who settle in a new locality, forming a community Subject to or connected with their parent state, the Community so formed, consisting of the original settlers And their descendants and successors as long as the Connection with parent state is kept up.(۲)

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک نئی جگہ پر آبادکاری کرنا یعنی افراد کے گروہ کا کسی دوسری جگہ پر آبادکاری کرنا اور ایسی قومیت تشکیل دینا جس کا تعلق خالصتاً نو آبادکاروں سے ہو مگر ان کا اپنی آبائی ریاست سے بھی تعلق قائم رہے۔ڈاکٹر ریاض ہمدانی کے مطابق

> "نو آبادیات ایک ایسا نظام ہے جس میں ایک طاقت ور ملک کمزور ریاست پر براہ راست اپنا عسکری، سیاسی، معاشی اور ثقافتی تسلط قائم کرتا ہے۔اپنے اقتدار اعلیٰ کو وسعت دے کر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

دوسرے علاقوں پر قبضہ کیاجاتا ہے تاکہ مقامی آبادی کی افرادی قوت اور وسائل پر دسترس حاصل ہو۔(۳)

مختلف جگہوں پر نو آبادیات یا نو آبادیاتی نظام کی تعریفات کو دیکھا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نو آبادیات سے مراد کسی طاقت ور یا طاقت کے دعویدار عناصر کا دوسرے ممالک یا اقوام پر اپنی حدود سے نکل کر قبضہ کرنا، ان کی حاکمیت کو ختم کر کے اپنی حاکمیت قائم کرنا اور وہاں کے حقوق و وسائل کا استحصال کر کے معاشی طور پر خود کو مضبوط کرنا۔

نو آبادیاتی نظام میں استعمار کار اپنی ثقافت کو کمزوروں پر مسلط کرتا ہے۔ غالب ثقافت زبان کے ذریعے منتقل کی جاتی ہے اس طرح سماجی و معاشی عدم مساوات اور استحصال کی بنا پر معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جدید نو آبادیاتی نظام جو کہ مغرب کی اجارہ داری سے شروع ہوا، کا مقصد ثقافتی اجارہ داری اور استحصال ہے۔

انسان فطرتاً لالچی ہے کائنات میں ہونے والی سرگرمیوں کو اس کی ضرورت اور سہولت سے جوڑا جا سکتا ہے۔ انسان نے دنیا میں وجود کے ساتھ ہی ضرورت کے مطابق مختلف اقدامات کیے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ سہولیات میں بدلتے گئے۔ نو آبادیاتی نظریے کے پیچھے انسان کی یہی ضرورت اور سہولت کار فرما رہی ہے۔ نو آبادیاتی نظام کو تہذیبوں کی ابتدا ہی سے دیکھنا چاہیئے انسان نے اولاً اپنے پیٹ کے پالن کے لیے شکار کا سہارا لیا مگر سمیرین نے شکار سے ایک درجہ اگلا قدم لیا اور زراعت کی بنیاد ڈالی۔ یہی سے مملکتوں نے جنم لیا اور طاقت اور ملکیت کی بنیاد پر طبقاتی نظام کی ابتدا ہوئی۔ نظام کی اس ترقی نے مملکتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ طاقت اختیار کریں اور کمزوروں کی زمینوں، عورتوں، چراگاہوں اور ہتھیاروں پر قبضہ کرتے جائیں۔ ملکیت، خاندان، قبیلے اور ریاست کی تشکیل نے انسان کو مرحلہ وار تہذیب کی طرف دھکیلا انسان کی ضروریات و سہولیات میں اضافہ ہوتا رہا اس طرح طاقت اور تجارت کی ضرورت پیش آئی تجارت رفتہ رفتہ غلبے کی صورت اختیار کرتی گئی۔ معاشرے کے منظم و مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ عسکری طاقتیں بھی مستحکم ہوتی گئیں اس طرح طاقت کا استعمال پوری دنیا میں ہونا شروع ہو گیا۔ ما قبل اسلام میں نو آبادیات کے حوالے سے ڈاکٹر عامر سہیل لکھتے ہیں۔

"گیارہویں صدی قبل مسیح سے آٹھویں ق م تک بحیرہ روم میں نو آبادیات کا عمل جاری رہا ۔۔۔رومیوں کے پاس زمینی قلت تھی اور ان کی آبادی مسلسل بڑھ رہی تھی لہذا انہوں نے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

شمالی افریقہ اور مشرقی بحیرہ روم کے علاقوں کو اپنی نو آبادیات بنایا۔۔۔غرض حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے قبل وادی نیل ،وادی دجلہ و فرات،وادی سندھ اور وادی ہوانگ ہو میں نو آبادیاں قائم ہوتی رہیں"۔(۴)

اس وقت مجموعی طور پر رومیوں کی نو آبادیات مختلف ممالک میں قائم تھیں۔مگر عیسائیت کے زور دار پھیلاؤ سے رومن حکومت کمزور ہوگئی اور عیسائیت کے ماننے والوں نے مختلف مفروضات سے اپنے انتظامی ڈھانچے کو مضبوط کیا اور غلاموں میں اضافہ کیا۔طاقت کے ذریعے قبضہ اور زبردستی دوسروں کا مال ہتھیانے کا یہ سلسلہ بعث نبویؐ تک جاری رہا۔حضورؐ کی آمد کے بعد پہلی آبادکاری مدینہ منورہ میں ہوئی لیکن یہاں طریقہ کار یا مقصد وہ نہیں تھا جو اس سے پہلے کی اقوام کا رہا تھا بلکہ اب مقصد ایک بہترین نظام حکومت قائم کرنا تھا جس میں کسی دوسرے کے حقوق کسی بھی سطح پر پامال نہ ہوں۔خلافت راشدہ،بنو امیہ،بنو عباس اور عثمانیہ ادوار میں اگرچہ اندرونی خلش موجود رہی ہے مگر مسلمانوں کا مقصد توسع سلطنت اور حضورؐ کے قائم کردہ ریاستی اقدامات کے مطابق ہی انتظامی امور سرانجام دینا تھا۔

پندرہویں صدی عیسوی(۱۴۹۲ء)میں مسلمانوں کا اسپین کو کھو دینا یورپین کے لیے نشاۃ الثانیہ کے دور کا آغاز ثابت ہوا۔یورپ کی نشاۃ الثانیہ سے جدید نو آبادیاتی دور کا آغاز ہوا۔اب نو آبادیات نے اپنا طریقہ کار درجہ بہ درجہ تبدیل کیا اور صورت حال یہاں تک پہنچی جس میں ابھی ہم لوگ زندہ ہیں۔صلیبی جنگوں نے مسلمانوں اور یورپین کے درمیان تجارت کے راستوں کو ہموار کیا۔تجارتی سرگرمیاں بڑھتی گئیں اور طاقت کے استعمال میں اضافہ ہوتا رہا۔سبط حسن ایشیا کی دریافت کے متعلق لکھتے ہیں۔

"قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ ہوا تو تجارتی منڈی اطالوی بیوپاریوں کے ہاتھ سے نکل گئی۔لہذا ان کو ایسے متبادل راستے کی تلاش ہوئی جو ترکوں کی دست برد سے محفوظ ہو۔بارے نصف صدی کی مسلسل کوششوں کے بعد یہ گوہر مراد ان کے ہاتھ آگیا۔۔۔۱۴۹۸ء میں واسکوڈے گاما بحر انٹلانٹک اور بحر ہند کو عبور کرتا ہوا کالی کٹ پہنچ گیا اور مغرب کے لیے مشرق کے استحصال کی راہیں کھل گئیں اور یورپ میں سرمایہ داری کی بنیاد پڑی اور مشینی ایجادات اور سائنسی انکشافات اور جدید علوم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔"(۵)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

تجارت کے فروغ کے ساتھ ہی مغرب میں ترقی کی راہیں کھلنا شروع ہوئیں۔ تجارتی و معاشی مفادات نے جبر اور طاقت کو رواج دیا۔ مغرب میں سرمایہ دارانہ نظام شروع ہوا دولت کے انبار حاصل ہوئے تو ان ممالک کو تجارتی منڈیوں کی ضرورت پیش آئی واسکوڈے گاما کالی کٹ تک پہنچا منڈی تک رسائی حاصل کرنے کی کامیابی تھی۔ پرتگالیوں کی اس دریافت کے بعد مختلف اقوام ہندوستان آنا جانا شروع ہو گئیں۔ اس طرح پرتگیزی، ولندیزی اور آخر میں برطانوی تاجروں نے تجارتی مقاصد کے لیے ہندوستان میں کمپنیاں بنائی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام ۱۶۰۰ء میں ہوا تجارت کی آڑ میں کمپنی نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قبضہ شروع کر دیا۔ انہوں نے صرف سیاسی طور پر غلبہ حاصل نہیں کیا بلکہ ثقافتی طور بھی ہندوستانی قوم اور معاشرے پر غالب رہے۔ برصغیر اس وقت خوشحال خطہ تھا۔ اندرونی و بیرونی حملہ آوروں نے معاشی طور پر ہندوستان کو کمزور کیا اور اس پر یورپی اقوام نے قابض ہو کر ہندوستان اور اس کے باسیوں کو معاشی ذہنی اور ثقافتی طور پر مزید مفلوج کر دیا۔ پورپ والے ۱۹۴۷ء میں کہنے کو تو اس خطے کو تقسیم کر کے چلے گئے مگر استعماریت کی یہ صورت آج بھی موجود ہے مگر بنیادی فرق یہ ہے کہ اب کی بار استعماریت کی صورتیں تبدیل ہو گئی ہیں اب گلوبلایزیشن کی مروجہ اصطلاح ہی استعماریت ہے۔

مابعد نو آبادیات ایک ثقافتی معاشی اور سیاسی اصطلاح ہے۔ اس کا لفظی مطلب نو آبادیاتی عہد کے بعد کا دور ہے لیکن ادبی اصطلاح میں یہ ایک مکمل ادبی و تنقیدی تھیوری ہے۔ دراصل مابعد نو آبادیات اس بیانیے کا رد ہے جو نو آبادکاروں نے استعماریت کے لیے متعارف کرایا تھا۔ استعمار کاروں نے مشرق والوں کو غیر مہذب قرار دیا گویا ان کے نزدیک مشرقی لوگ آداب معاشرت سے لے کر اپنی تاریخ کو بیان کرنے تک وحشیانہ سوچ کے حامل ہیں ۔ زمین پر بیٹھ کر کھانے پینے والے یہ لوگ "کسان" (پسماندہ، حقارت آمیز طبقہ) کی ہی زندگی گزار سکتے ہیں۔ مغرب کو مرکزیت کا درجہ دیا گیا اور ایک خود ساختہ پروپیگنڈا تیار کر کے مشرق والوں پہ حکمرانی کی گئی۔ نو آبادیاتی نظریے کی بنیاد ہی مشرق و مغرب کے تضاد پر رکھی گئی اور مغرب نے اس تضاد کی بنیاد پر مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے خود کو ثقافتی اور معاشی طور پر کو مستحکم کیا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعے کو محض حاکم و محکوم یا ظالم و مظلوم کے ضمن ہی نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس اصطلاح کی کثیر جہات ہیں جس میں نو آبادیاتی دور کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ناہید قمر لکھتی ہیں۔

> "پس نو آبادیاتی ادبی نظریہ ایک مابعد جدید فکری مباحثہ ہے جو سامراجیت کی تہذیبی باقیات کے تجزیے، مزاحمت اور رد عمل کا احاطہ کرتا ہے۔ کیونکہ ایک بار نو آبادی بن جانے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

والے ممالک کئی طرح کے تہذیبی ،سیاسی ثقافتی اور تاریخی مسائل کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔"(۶)

نو آبادیاتی دور میں مزاحمت،مفاہمت،معاونت کے رووپے سامنے آئے۔پس نو آبادیات میں دراصل اس ادب کا احاطہ کیا جاتا ہے جن میں درج بالا رووپے اختیار کئے گئے یا سیاسی اور معاشرتی سطح پر کون لوگ کس رویے سے منسلک رہے ہیں،وہ ادب چاہے خالص نو آبادیاتی دور کا ہو،مشرقی یا مغربی مفکرین کا ہو نو آبادیاتی دور کے ختم ہونے کی صورت میں اس دور کا عکاس ہو۔

برصغیر پر نو آبادکار مسلط ہوئے تو مقامی باشندہ اپنی شناخت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔مابعد نو آبادیات دراصل اس کی ثقافتی شناخت کی بازیافت ہے۔مابعد نو آبادیاتی مطالعہ نو آبادی ممالک کی سیاست، تاریخ، ثقافت،معاشرت،تہذیب زبان کا مطالعہ ہے مگر جب ہم ادب کو ان شعبہ جات کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو اسے مابعد نو آبادیاتی تنقید کہا جاتا ہے۔یوں تو پس نو آبادیات کا سلسلہ نو آبادیاتی تسلط کے دوران کی کسی نہ کسی صورت ہو چکا تھا کیونکہ مزاحمتی یا بغاوتی رویہ اس دور میں مختلف صورتوں میں نظر آتا ہے۔کئی مشرقی و مغربی مفکرین کے واضح کردہ نظریات کے بعد اس نظریے کے پیش نظر زیادہ کام ہوا ہے۔جن میں ہومی بھابھا،فرانز فینن،ایڈورڈ سعید،گائیتری،رنجیت گوہا وغیرہ کے نام اہم ہیں۔ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب "شرق شناسی" میں 'تضاد" کے خود ساختہ بیانیہ کو رد کیا ہے اس بات پہ زور دیا کہ علمی،ادبی،ثقافتی ترقیوں کے پیچھے حکمرانوں کے اپنے مقاصد چھپے ہوتے ہیں نیز وہ اپنے آپ کو مستحکم کرنے کے لیے 'علم' کو بطور طاقت استعمال کرتے ہیں۔مزید انہوں نے یہ واضح کیا انسانوں کو کسی بھی جغرافیائی،نسلی یا رنگ کی بنیاد پر تقسیم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ انسان ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ سلوک روا رکھا جائے۔انہوں نے نو آبادکار کی تاریخ اور ثقافت کی بازیافت کی بات کی ہے۔امتیاز عبدالقادر پس نو آبادیاتی نظریے کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

> "پس نو آبادیات اس نظریے کا نام ہے جس کے تحت یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ ہمیں اپنی تہذیب و ثقافت اور قدیم چیزوں کو منظر عام پر لانا چاہیئے نہ کہ اس پر پردہ ڈالنا چاہیئے۔"(۷)

بنیادی طور پر پس نو آبادیاتی ترغیب دیتا ہے کہ ہمیں اپنے تاریخی و ثقافتی ورثے کو دوبارہ سے زندہ کرنا۔یہ مطالعہ ان ہتھکنڈوں کو ہمارے سامنے بے نقاب کرتا ہے جس کو بنیاد بنا کر ہم پر نئی تاریخ اور اقدار ثبت کی ہیں۔یہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

وضاحت کرتا ہے کہ کس طرح نئے علوم کی آڑ میں نفرت اور احساس کمتری سے ہمیں جکڑا گیا ہے۔اب ضرورت ہے کہ اصل حقائق کی روشنی میں اپنی ثقافت اور تاریخ کو پرکھا جائے۔تاکہ ہم اپنے معیارات اور اقدار کو اپنے لیے خود متعین کر سکیں اور آنے والے نسل میں انہی اقدار کو پروموٹ بھی کیا جائے۔مغرب کی مرکزیت اور اس کے جدید دور میں متعارف کردہ استحصال کے طریقہ کار کو پہنچانتے ہوئے آج کی دنیا کا مقابلہ کریں۔

نو آبادکاروں نے دنیا کے جس خطے میں بھی اپنے قدم جمائے سوچے سمجھے منصوبے اور پالیسی کی بنیاد پر اپنے آپ کو ان علاقوں میں مزید مستحکم کیا۔عبداللہ حسین نے اپنے ناول "اداس نسلیں" میں نو آبادکاروں کی ہی متعارف کردہ پالیسی 'ثنویت' کے عناصر کو بیان کیا ہے۔نو آبادیات کا نظریہ ثنویت پہ ہی تشکیل دیا گیا اور اس بیانیے کو محض اقتدار جمانے تک محدود نہ رکھا گیا بلکہ یہاں اپنے آپ کو مضبوط تر کرنے کے لیے 'ثنویت' کی پالیسی کو ہی اختیار کیا گیا۔یورپین نے یہاں آنے کے بعد جہاں مشرقی علوم میں مہارت حاصل کی وہی یہ نکتہ بھی ان کے زیر نظر رہا کہ خطہ ہندوستان متنوع زبانوں اور اقوام کا علاقہ بھی ہے۔لہذا ثنویت کی پالیسی کا اطلاق اسی متنویت والے علاقے میں کیا۔

بائنری یا ثنویت کا مطلب دو یا دو چیزوں کا مخالف ہونا ہے۔بنیادی طور پر یہ ریاضی کی اصطلاح ہے مگر یہ متنوعیت کی حامل ہے متعدد شعبوں میں اس کے مخصوص معنی ہیں۔ادب میں ثنویت کا تصور ساختیاتی نظریے کی پیداوار ہے جو کہ فرانسیسی ساختی ماہر لسانیات فرڈی نینڈ ساسور نے متعارف کرائی۔یہ ایک تنقیدی نظریہ ہے جس کا اطلاق مختلف شعبوں پر کیا جا سکتا ہے جیسے کہ سماجیات،بشریات وغیرہ۔ساختیات میں ثنویت کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایسا طریقہ کار جس میں دو نظریات یا خیالات کو مخالف زمروں میں رکھ کر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ادب میں عمومی طور ہر کرداروں کے ذریعے ثنویت کے ذریعے ظاہر کیا جاتا ہے۔یہ متضاد رویہ ہے جس میں گروہ کو مختلف طبقات میں بانٹا جاتا ہے۔پہلے پہل تو یورپ والوں نے "other and us" والے رویے کو اختیار کیا اور برصغیر میں داخل ہوئے۔مگر یہاں آنے کے بعد انہوں نے طاقت کے ذریعے ایسے گروہ کو تشکیل دیا جن کے ذہنوں میں اپنے ہی ہم وطنوں کے لیے other and us کے تصور کو داخل کر دیا۔ نو آبادکار نو آبادیاتی باشندے کی ایک اساطیری تصویر بناتا ہے جس کے تحت نو آبادیاتی باشندہ انتہائی پست اور کاہل ہوتا ہے یہ اساطیری تصویر ثنویت پر ہی استوار ہوتی ہے۔آبادکار اپنے لیے برتر اور اعلیٰ ہونے کا تصور قائم کرتا ہے اور پھر اسی تصور کے متضاد مقامی باشندوں کے لیے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

ایک تصویر قائم کرتا ہے جس کی بنیاد پر مختلف طریقہ کار اور ہتھکنڈوں سے قابض ہوا جاتا ہے۔ یورپ والوں نے مشرق کے لیے یہی رویہ اختیار کیا۔ مشرق و مغرب کے اس تضاد کو ناصر عباس نیر یوں بیان کرتے ہیں۔

> "یورپی اہل علم کی نظر میں مشرقی آدمی ایک ایسی مخلوق ہے جو یورپی آدمی کی طرح عمل پسند نہیں ہوتی، اس کی مانند شستہ گفتار نہیں ہوتی اور اس کی مثل سائنسی و فلسفیانہ سوچ کا مظاہرہ نہیں کرتی۔ یہی فرق مشرقی و یورپی تہذیب میں تصور کیا جاتا ہے۔۔۔"(۸)

یہ رویہ مختلف سطحوں میں موجود رہا ہے۔ "اداس نسلیں" استعماری دور کے اس ہی رویے کا عکاس ہے۔ عبداللہ حسین نے مختلف کرداروں کے ذریعے مختلف طبقے اور ان کی ذہنی صورت حال کو پیش کیا ہے۔

یہ ناول بیک وقت سماجی، سیاسی تاریخی اور نفسیاتی ناول کی حیثیت رکھتا ہے۔ ناول میں تاریخ کے مختلف ادوار کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسلم آزاد اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "اداس نسلیں" پہلا ناول ہے جس میں پہلی جنگ عظیم سے لے کر تقسیم ہند تک برطانوی سامراج کی سیاسی ریشہ دوانیوں، تحریک آزادی کے مرحلوں اور اس تحریک میں کسان مزدور طبقے کے حصے اور حیثیت کو پنجاب کے کسان کے نقطہ نظر سے دیکھا اور پیش کیا گیا ہے۔۔۔ عبداللہ حسین کے تاریخی شعور نے اس پہلو پر زور دے کر ناول کو حقیقت نگاری اور فن و حسن کی نئی اقدار سے روشناس کر دیا ہے۔"(۹)

ناول میں کرداروں کی بھرمار ہے جو مختلف نظریات اور طبقات سے تعلق رکھتے ہیں۔ مفاد پرست اور وطن پرست طبقے نے مزید طبقات کو جنم دیا اور ہندوستان کی سرزمین میں طبقاتی کشمکش شروع ہو گئی۔

ناول کے شروع میں روشن آغا کا کردار سامنے آتا ہے ہمدردی کے جذبات سے لبریز یہ کردار رفتہ رفتہ مفاد پرستوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا ہے۔ انگریزوں کا وفادار یہ طبقہ مختلف حوالوں سے اپنی سرکار کی معاونت کرتا ہے۔ ایک طرف وہ انگریز سرکار کا خادم خاص ہے تو دوسری طرف سادہ لوح کسان کے مال و جان پر اپنا حق بھی سمجھتا تھا۔ جاگیرداروں کا یہ طبقہ خود عیاشی کی زندگی گزار رہا تھا جب کہ وہ لوگ جو سال بھر اپنے کھیتوں میں محنت کرتے ہیں دو وقت کی روٹی بھی سکون سے نہیں کھا سکتے۔ ان سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں میں اپنے آقا کی پہچان یہی چہرے تھے۔ انگریزوں کی جنگ میں ان غریب کسانوں کو افرادی قوت کے طور پر بھیجا گیا۔ یہ لوگ اپنے آقاؤں کے حکم پر وہ سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے جن میں اکثر اوقات ان لوگوں نے نقصان اٹھایا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

انگریزوں کی جرمنوں کے مقابل جنگ میں کیسے نوجوانوں کو دھکیلا گیا ہے ناول میں اس صورت حال کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

> "جنگ انگلستان کو دھمکی دے رہی ہے۔ میرا مطلب ہے آپ کی حکومت۔ حکومت برطانیہ کو بچانے کے لیے آپ کی ضرورت ہے۔۔ سپاہیوں کو حکم دو جوانوں کو پیش کریں ۔۔۔ سنگین لگی رائفلوں سے جوانوں کو ہانکا جانے لگا۔ بعض کسانوں کو پسلیوں میں رائفلوں کے دستے اور سنگینیں چبھو چبھو کر بیلوں سے علیحدہ کیا گیا لیکن وہ بچوں کی طرح ان کی گردنوں اور سینگوں سے لپٹے ہوئے دبی دبی آواز میں گالیاں دیتے رہے۔"(۱۰)

ناول میں یہ عکاسی کی گئی ہے کہ کس طرح انگریز سرکار نے اپنی جنگ میں افرادی قوت کے طور پر معصوم کسانوں کو استعمال کیا۔ ان کے نزدیک کسان اس دھرتی پر ایک بوجھ کی مانند تھے لہذا ان کا کٹ مرنا ہی ان کے لیے بہتر تھا۔ نعیم اور مہندر جیسے کردار ہندوستان کے ان نوجوانوں کی کہانی پیش کرتے ہیں جو زبردستی اس جنگ میں دھکیلے گئے جس کے بارے میں انہیں کچھ بھی معلوم نہ تھا اور نہ جانے پہ خمیازہ ان کے گھر والوں کو اٹھانا پڑتا۔ ہندوستانی جاگیرداروں یا انگریزوں کے منظور نظر لوگوں کو اپنا آقا مانتے تھے کیونکہ ان کے ذہن یوں ہی تیار کیے گئے تھے۔ لڑائی کے دوران مہندر سنگھ کے الفاظ انس کیفیت کو بخوبی بیان کرتے ہیں۔

> "تمہیں پتا ہے ہم کیوں لڑ رہے ہیں" جرمنوں نے حملہ کیا ہے۔
>
> کہاں؟ روشن پور پر؟
>
> یہاں۔۔۔۔۔
>
> پر ہم یہاں کیوں ہیں 'ہم' کس لیے آئے ہیں؟
>
> "جرمن انگریزوں کے دشمن ہیں اور انگریز ہمارے مالک ہیں۔ بس"
>
> "ہمارے مالک روشن آغا ہیں۔ میں اتنا جانتا ہوں۔"(۱۱)

اس گفتگو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستانیوں کی ذہنی کیفیات کیا تھیں۔ نہ ہی انہیں اپنے حکمران کا اندازہ تھا اور نہ ہی کسی ہونے والے اقدام کے بارے میں۔ گویا انہیں جانوروں کی مانند اپنے مقاصد کے لیے ہانکا جاتا تھا، اول تو کوئی آواز نہ اٹھاتا اور جو جو کوئی ذرا مزاحمت کرنے کی کوشش کرتا بھی انہیں 'روشن آغا' جیسے کردار جان مال لٹانے پہ آمادہ کر دیتے۔ بھرتیوں کے دوران روشن آغا کی تقریر نے ہندوستانیوں میں جوش و خروش کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

ابھارااور لوگ اپنے حقیقی آقا کے سامنے کچھ بول نہ پائے کیونکہ آقاؤں نے انگریزی حکومت کی وفاداریوں، کسانوں کی بہادری اور فوج میں جانے والے لوگوں کے خاندانوں کی ذاتی معاونت کا یقین دلایا تھا۔اس طرح کے رویے واضح طور پر طبقات میں بٹے ہوئے ہندوستان کو ظاہر کر رہے ہیں۔بڑا طبقہ اپنے سے چھوٹے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔اور نہ صرف حقارت کی نظر سے بلکہ ان کی محنت سے خود عیاشیاں بھی کرتا رہا ہے۔اس صورت حال کو بھی روشن آغا کے کردار سے بیان کیا گیا ہے۔

"روشن آغا نے موٹر خریدی ہے۔"

"ہمیں موٹر انہ دینا پڑتا ہے۔"

"جاگیر دار نے موٹر خریدی ہے ہمیں اناج دینا پڑتا ہے۔"لڑکے نے کہا۔

"روشن آغا کے حصے میں سے؟"

نہیں،اپنے حصے کا"

"کیوں"

لڑکا سٹپٹا گیا۔"ہم پر لازم ہے"(۱۲)

ایک طرف تو ہندوستان جنگ و جدل کی صورت حال سے دوچار تھا تو دوسری طرف منظور نظر طبقہ عیاشیاں کر رہا تھا۔'روشن محل'نہ صرف چار دیواری ہے بلکہ بے فکر اور آزاد زندگی گزارنے کا ٹھکانہ بھی ہے۔اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ عمارت یعنی یہ معاشی و معاشرتی مقام انگریزوں کی وفاداری میں ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور وہی لوگ داخلے کے مستحق ہوں گے جو انگریز سرکار کے وفادار ہوں گے۔ناول میں بہت خوبصورتی سے روشن آغا کے کردار کو مختلف حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔روشن آغا کے علاوہ ہر وہ سیاسی و سماجی کردار بھی معاون کاروں کی ذیل میں شامل تھا جو 'روشن محل' میں مشاورت کی غرض سے داخل ہوتا تھا۔جاگیر داروں کی منشا پوری نہ ہونے کی صورت میں جس بے حسی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا اس کا اظہار بھی ناول میں کیا گیا ہے۔احمد دین کا موٹر انہ نہ دینے کی صورت میں روشن آغا کے سامنے جانوروں جیسا سلوک کرنا اور ان کا اس پر کوئی عمل نہ کرنا ایسے وقعات کو ظاہر کرتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

"احمد دین"

سب نے مڑ کر دیکھا۔اس نے موڑ نہ نہیں دیا۔روشن آغا کے سامنے پیش کیا جائے۔

"بیل کی طرح۔۔بیل کی طرح۔منشی نے کڑک کر کہا۔

"بیل کو رسی ڈالو۔۔۔"اس نے کہا۔لڑکے نے پگڑی کا ایک سرا اس کے گلے میں باندھا،دوسرا ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"اس کے منہ میں چارہ دو"ایک لڑکا خشک گھاس لا کر اس کے منہ میں ٹھونسنے لگا۔"(۱۳)

'نعیم' کا کردار اس ناول میں مختلف حوالوں سے سامنے آتا ہے۔تنویت کے تناظر میں بھی اس کردار کو دیکھا جا سکتا ہے۔جہاں جنگ کے دوراں میں ٹھاکر داس سے نفرت کا سلوک کرتا ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ اپنے سے غیر مذہب کے لیے بدلے کا رویہ اختیار کرتا ہے۔

"خندق سے صرف دو لمحے کا فاصلہ تھا۔نعیم نے بڑھنا چاہا لیکن جلتی ہوئی نفرت اور حسد کا جذبہ غالب آ گیا۔"نعیم تم زخمی ہو"؟وہ خاموش پڑا رہا۔ٹھاکر داس اچک کر باہر نکلا اور اس کی طرف دوڑا۔گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ٹھاکر داس کی دونوں پاؤں زمین سے اٹھ گئے اور وہ ہوا میں ایک لمبی جست لے کر زمین پر گرا اور لوٹتا ہوا زور سے اس کے ساتھ ٹکرایا۔"(۱۴)

ناول میں ان واقعات سے ہٹ کر بھی متضاد رویوں کو بیان کیا گیا ہے۔مثلاً مردوں کا عورتوں کے ساتھ تعلقات کا رویہ اخلاقی بے راہ روی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس معاشرے میں عورت کو پست سمجھا جاتا تھا ۔مرد کو اختیار تھا کہ وہ جب،جہاں چاہے عورت کو بے عزت کر سکتا ہے۔جنسی استحصال،بد زبانی اور عورتوں کو سزا دینے کو خصوصی طور پر ناول میں بیان ہے۔عدم تعاون کے سلسلے میں جیل جانے والی خواتین کے ساتھ ہونے والے سلوک کی نمائندگی درج ذیل اقتباس سے بخوبی ہوتی ہے۔

"تم تو بڑی خوب صورت ہو"

جیلر کے ساتھ سوؤ تو چھوٹ جاؤ گی۔"

"افیم لو گی۔"

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

"تمہارے خاوند نامرد ہیں جو یہاں آگئی ہو۔"(۱۵)

گویا اس ہندوستانی معاشرے میں پڑھی لکھی اور مہذب خواتین بھی اس طرح کے رویے سے محفوظ نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ کانگریس کا ہندوستان کی آزادی کے لیے آواز اٹھانا اور پھر رفتہ رفتہ کانگریس اور مسلم لیگ کا ہندو اور مسلمانوں کی پارٹی بن جانا ہندوستانیوں کے متضاد رویے ہیں۔ جب بھی کوئی تحریک شروع ہوتی اس کا مقصد پہلے پہل مشترکہ کوشش اور نام نہاد مالکوں سے جان چھڑانا تھا۔

> "مالکوں کی بحث بے کار ہے ہماری اصل جنگ ان سے ہے جنہوں نے مالکوں کو بنایا ہے۔ جو کاریگروں کے ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور سوچنے والوں کے دماغ شل کر دیتے ہیں۔۔۔ یہ جنگ سب لوگوں کی ہے، میری تمہاری یا اقبال کی نہیں۔ ان تمام لوگوں کی جو کھیتوں میں، بازاروں میں، سڑکوں پر اور ریل کے سٹیشنوں پر اور بندرگاہوں پر جھکے ہوئے ہیں اور محنت کر رہے ہیں جن کے چہروں پر مشقت کی لکیریں پڑ چکیں اور جو نہیں جانتے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔"(۱۶)

ناول میں اس طبقے کو بھی شامل کیا گیا ہے جو معاشرے اور چند بڑے لوگوں کے دھتکارے ہوئے تھے۔ 'مدن' اور 'شیلا' اچھوت ہیں جو سماجی ناانصافیوں کے باعث اپنے علاقوں سے بھاگ نکلتے ہیں اور اب ان کے ہاں انتقام ہی اپنے مداوا کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ طبقہ زمینداروں کی بے رحمی اور ناانصافی کی وجہ سے جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ ناول نگار نے عذرا اور نعیم کی شادی میں رکاوٹ کے واقعے کو اس تناظر میں پیش کیا ہے کہ نو آبادیاتی دور میں خاندانی جاہ و جلال اور نئی نسل کی بغاوت یا فکر سے شناسائی ہو۔

> "آہ۔۔۔" خالہ نے ہاتھ اٹھا کر ہوا میں پھیلائے اور پھر گود میں رکھ لیے۔
> "کس قدر خوف ناک"۔۔۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کبھی تم سوچ نہیں سکتیں۔
> "کیا نہیں ہوا؟"
> "کہ روشن پور والوں کی لڑکیاں نچلے طبقے میں شادیاں کریں۔"
> "نچلا طبقہ، نچلا طبقہ کیا ہے۔؟
> "کیا وہ کمین ہے، کیا وہ ہماری زمین کاشت کرتا ہے، کیا اس کے پاس اپنے مویشی نہیں، ان چیزوں کی کوئی وقعت نہیں ان کے باوجود وہ بے حیثیت

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہے اس کا باپ ایک معمولی کسان ہے۔ اس کے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں
،اسے ایک کسان عورت کی ضرورت ہے۔"(۱۷)

یہ مکالمہ محض ایک وجود کے حاصل کرنے کی تگ و دو نہیں ہے بلکہ اس کو اس تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ نو آبادیاتی دور فکر و سوچ میں تبدیلی آ رہا تھا۔ پرانے نظریات آہستہ آہستہ دم توڑ رہے تھے۔ خاندانی جاہ و جلال ،سیاسی فکر یا کسی بھی سیاسی و سماجی ناانصافی کی بات ہو ہر سطح پر لوگ اپنے بزرگوں سے الگ سوچ اور نظریات کے حامل تھے۔ سیاسی طور پر دیکھا جائے تو نعیم کا جیل میں اپنے ساتھی سے مکالمہ، اور دوسری طرف روش محل میں سیاسی راہنماؤں کی انگریزوں کے انخلا کے بر خلاف بیانات نظریاتی اختلاف کو ظاہر کرتے ہیں۔

"تم کیوں آئے ہو؟"

"مجھے کچھ نہیں پتا"۔ نعیم نے ایک لمحے تک سوجھے ہوئے چہرے کو دیکھنے
کے بعد کہا۔

"یہاں پر تم کچھ نہیں چھپا سکتے۔"

"میں نے سوراج کے لیے تقریر کی تھی"

"سوراج"؟

"آزادی۔ آزادی کے لیے"(۱۸)

جب کہ دوسری طرف روشن محل میں ایک سیاسی بیٹھک رکھی گئی جس کا مطمع نظر یہی انقلابی یا باغیانہ روش کو زیر بحث لانا تھا اور یہ باور کرانا تھا کہ انگریز سرکار کو غلط تناظر میں دیکھا جا رہا ہے۔

"افواج انگلشیہ کے ملک سے انخلا کا مطالبہ اس وقت میں غیر دانش ورانہ ہے۔۔ اپنے ملک
کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہمارے ملک کو بی جنگ کی ہولناکیوں سے بچایا۔ کیا ہماری فوج
ہندوستان کو جنگ سے بچا سکتی تھی؟۔۔۔ اگر وہ لوگ ہماری فوج کی سربراہی چھوڑ کر چلے
گئے۔۔ تو آپ جانتے ہیں؟ ایک غیر منظم، مسلح فوج، اوہ۔۔۔ سوراج سوراج کیا؟ قومیت
قومیت کیا ہے؟ یہ بین الاقوامیت کا دور ہے۔ کوئی قوم آج اکیلی زندہ نہیں رہ سکتی۔"(۱۹)

ان اقتباسات نئی نسل اور پہلے سے موجود لوگوں کے متضاد افکار کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ناول میں 'علی' جو کہ نعیم کا بھائی ہے اور کم پڑھا لکھا ہے، کہ ذریعے مزدور طبقے کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس کردار سے مالکان اور

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

مزدروں کے مابین تضادات کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مشینی زندگی نے فرد کے جسم کو بے حد مصروف رکھا لیکن اس کی تنہائیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ یہ پسا ہوا طبقہ دن رات ہندوستان کی معاشی ترقی میں کوشاں تھا مگر اپنے لیے روٹی، بجلی یا دیگر سہولت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سہولیات ان کے مالکوں یا مالک بنانے والوں کو میسر تھیں۔ عام آدمی ایندھن کے طور پر صبح سے شام تک اپنے آپ کو جلاتا تھا۔ اور یہی ان کا نصیب تھا۔ بظاہر مہذب اور شائستہ نظر آنے والا سرمایہ دارانہ نظام مزدور طبقے کا خون چوس رہا تھا۔ فیکٹریاں اور ملیں انسانوں کے لیے مقتل گاہیں تھیں۔ اس طرح جلیانوالہ باغ اور پشاور کی سرزمین پر انگریزوں کی طرف سے ہندوستانیوں کا قتل عام اور پھر اس پہ انگریز افسر کی طرف سے ڈھٹائی دکھانا ہندوستانیوں سے شدید نفرت کا اظہار ہے۔

"اداس نسلیں" اردو ادب کے منظر نامے میں ایسا ناول ہے جس میں تاریخ کے تین ادوار کو پیش کیا گیا ہے۔ برطانوی سامراج، آزادی کی جدوجہد اور تقسیم ہند کے بعد کا دور ناول میں نظر آتا ہے۔ ناول میں دیہات کی زندگی، کسانوں کی اپنی کھیتوں کے ساتھ محبت اور اطمینان کی زندگی، انگریزوں کی ہندوستانیوں سے نفرت، انگریزوں کے آلہ کار کی بد سلوکی، بدلتی ہوئی معاشرت، مزدوروں کی پسماندہ زندگی، نئی اٹھنے والی تحاریک، بغاوت، جنگ، اندرونی شکست و ریخت اور آزادی کے بعد کے حالات و واقعات کو مختلف کرداروں کے لیے ذریعے جاندار طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

یہ ناول نو آبادیاتی عہد کے تناظر میں تشکیل دیا گیا ہے ناول کا بیانیہ تضاد /ثنویت کی بنیاد پہ رکھا گیا ہے۔ یوں تو اس بیانیے کی بنیاد پہ یہ سارا نظام قائم ہوا لیکن انگریزوں کی یہ نفرت محض تسلط نہ تھی یہاں آنے کے بعد بے شمار ایسے واقعات ہوئے ہیں جو انسانیت کے لیے شرمندگی کا باعث ہیں۔ ناول میں جلیانوالہ باغ کا واقعہ اور پشاور کے مقام پر انسانوں کو مشینوں سے کچل دینا اسی نفرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ تاریخ کا کڑوا سچ ہے کہ اس میں ہندوستانی آلہ کار بھی شامل رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اسی فکر کی بنیاد میں ہندوستان سے ہی اپنے لیے معاون کار کا ایک طبقہ پیدا کیا جس نے حقیقی طور پر استعمار کاروں کے لیے ہر موقع پر راہ ہموار کی۔ تضاد کا یہ رویہ جو کہ ناول میں دکھایا گیا ہے یہ محض اس دور تک محدود نہ تھا بلکہ اس رویے میں موجودہ دور تک ہمارا پیچھا کیا ہے اور اب بھی معاشرے میں طبقات کی تقسیم، جاگیر دارانہ نظام، احساس کمتری، عورتوں کے کمتر ہونے کا احساس وغیرہ تمام وہ عناصر ہیں جو نو آبادیاتی دور کی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-10

ماخذ تحقیقی مجلہ

دین ہیں اور مسلسل انہی رویوں پر کار بند ہیں۔ مجموعی طور پر ناول اپنے تاریخی، نفسیاتی اور سیاسی پس منظر کے باعث اردو ناولوں میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ منصور خوشتر، ڈاکٹر، اردو ناول کی پیش رفت، بک ٹاک لاہور، ۲۰۱۹، ص ۱۳

۲۔ Oxford Learners Dictionary,2004,London, Oxford University Press.

۳۔ ریاض ہمدانی، ڈاکٹر، اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۴۰

۴۔ عامر سہیل، محمد، نو آبادیات اور مابعد نو آبادیات: نظریہ، تاریخ و اطلاق، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۱۲

۵۔ سبط حسن، سید، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۸۴

۶۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، اردو ادب میں تاریخیت، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۷ء، ص ۷۵

۷۔ امتیاز عبد القادر، پس نو آبادیات، مشرق کی بازیافت کی تحریک، مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، ۲۰۱۶، ص ۱۴۴

۸۔ ناصر عباس، نیر، مابعد نو آبادیات اردو کے تناظر میں، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۱۳، ص ۱۴۴

۹۔ اسلم آزاد، ڈاکٹر، اردو ناول آزادی کے بعد، نگھار پبلی کیشنز، یوپی، دسمبر ۱۹۸۱ء، ص ۲۲۹

۱۰۔ عبد اللہ حسین، اداس نسلیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۵ء، ص ۷۷، ۷۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۲۴، ۱۲۳

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۴۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۴۸

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۷۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۷، ۱۶۶

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۶۵

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۷۴